تخصص فی الفقہ کے طلباء کے لئے

اسبابِ سبعہ [یعنی: ضرورت، دفعِ حرج (حاجت، عمومِ بلویٰ)، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ] کی تفصیل کا خلاصہ۔ (ماخوذ از: مقالہ جات۔ مجلسِ شرعی، مبارکپور، ھند)

ضمیمہ (آخر میں): صاع کی تحقیق

سلسلہ: اُصولِ اِفتاء

“أسبابِ سبعة”

حاصلِ مطالعه

أبو الليث محمد طاہر بن عبد الرحيم قادري

اَسبابِ ستّہ/سبعة کیا ہیں؟

شریعتِ مطہرہ کے احکام کے دلائل دو طرح کے ہیں۔

(۱) مطلقه: جو کہ ہر حال میں دلیل رہتے ہیں جیسے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ، اجماع، قیاس۔

(۲) مقیدّہ: جو صرف مخصوص حالات و واقعات میں حجت کا درجہ پاتے ہیں۔

اِن دلائلِ مقیدہ کے متعلق امامِ اہلسنّت، فتاویٰ رضویہ، ج ۱ میں شامل رسالہ ''**أجلی الأعلام أن الفتوی مطلقا علی قول الإمام**'' میں فرماتے ہیں:

''چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے، لہٰذا قولِ ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں: ضرورتِ، دفع حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ، ان میں حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔''

❖ **اسباب ستہ یا سبعہ؟:**

نوٹ: دفع حرج کے عموم میں حاجتِ شرعیہ اور عمومِ بلویٰ دونوں شامل ہیں لہٰذا ان اسباب کو سات بھی مانا گیا ہے۔

(۱)ضرورت	**(۲)دفع حرج/حاجت**	**(۳)دفع حرج/عموم بلویٰ**	**(۴)عرف**
(۵)تعامل	**(۶)دینی ضروری مصلحت کی تحصیل**	**(۷)کسی فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ**	

اس طرح یہ اسبابِ سبعہ ہوئے۔

Compiled by: Abul Layth Muhammad Tahir Qadri　tahir.razavi@gmail.com

کُلیّاتِ خمسہ کیا ہیں؟

[اسباب سبعہ کا جاننا ان پر موقوف ہے]

(۱)امام غزالی علیہ الرحمہ "المستصفیٰ من علم الاصول" (فوق فواتح الرحموت) ج۱، ص۲۸۷ پر فرماتے ہیں:

مقصود الشرع من الخلق خمسة وهو أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم إلخ۔	ترجمہ: شریعت کا مقصود یہ ہے کہ وہ انسانوں کے دین (مذہب)، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کرے۔

(۲)فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص۱۹۹ مطبوعہ رضا اکیڈمی میں ہے:

" پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامتِ شرائعِ الٰہیہ ہے، دین و عقل و نسب و نفس و مال۔ "عبثِ محض" کے سوا تمام افعال انہیں میں دورہ کرتے ہیں۔ "

امامِ اہلسنت کے قول: **"عبثِ محض" کے سوا تمام افعال انہیں میں دورہ کرتے ہیں۔"** کی روشنی میں چند احکامِ شرع اور ان سے متعلق وہ کلی، جس کی حفاظت کے لئے یہ قائم ہیں، پیش کئے جارہے ہیں۔

کلیاتِ خمسہ: بطورِ مقاصدِ احکامِ شریعت

شرعی احکام کے ذریعے کلیاتِ خمسہ کی حفاظت کے نظائر (بحوالہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت)

۱ دین: دین کے تحفظ کے لئے ضروریاتِ دین اور فرائضِ عین کی تعلیم کا حکم، فرضیتِ جہاد، مرتدین کی سزائیں۔

۲ عقل: عقل کی حفاظت کے لئے نشہ آور اشیاء کے ترک کا حکم اور نشہ کرنے والے کی سزائیں۔ (حدِ شربِ خمر)

۳ نسب: نسب کی حفاظت کے لئے نکاح کی سنت پر عمل، زنا سے اجتناب، زانی وزانیہ کے لئے حدود/سزائیں۔

۴ جان: جان کی حفاظت کے لئے اتنا کھانا پینا جس سے جسم کی رمق باقی رہے۔ مہلکات میں پڑنے کی ممانعت، قصاص کی مشروعیت، قتلِ ناحق پر وعیدِ شدید، دیت کا لزوم، باغیوں کی سرکوبی کے احکام وغیرہ۔

۵ مال: مال کی حفاظت کے لئے کوئی ذریعۂ معاش اختیار کرنا، مال لوٹنے والے سے قتال کی اجازت، اپنے مال کی حفاظت کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہادت کی بشارت، حد سرقہ کا وجوب، رہزنوں کی عبرت ناک سزا، اسراف واضاعتِ مال کی ممانعت، متلفات کے ضمان کا لزوم وغیرہ۔

پہلا سبب:

﴿ضرورت﴾

اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد آپ درج ذیل باتیں جان چکے ہوں گے۔
۱۔ضرورت کی تعریف اور عمومی مثالیں کیا ہیں؟
۲۔ضرورت کے تحقق کی ۶ صورتیں کون سی ہیں؟
۳۔ضرورت کے تحقق کی شرائط کیا ہیں؟
۴۔ضرورت احکام کے تغییر میں کن ابواب فقہ میں مؤثر ہے؟
۵۔ان ابواب میں ضرورت کی تاثیر کی مثالیں کیا ہیں؟

(الف): تعریف:

ضرورت: لفظ اضطرار کا اسم ہے (لسان العرب) اور ضرر سے مشتق ہے۔

اصطلاحی تعریف:

ضرر یا مجبوری کی وہ حالت جس میں فعل یا ترکِ فعل پر کلیاتِ خمسہ (جان مال دین عقل نسب) میں سے کسی ایک یا زائد کا تحفظ موقوف ہو اور اس فعل / ترکِ فعل کے بغیر کلیاتِ خمسہ میں سے کوئی ایک یا زائد فوت ہو جائیں یا قریبِ فوت ہو جائیں۔

(ماخوذ من فواتح الرحموت، فصل فی العلۃ، ج ۲، ص ۲۶۲، والمستصفی فی علم الاصول فوق فواتح الرحموت، ج ۲، ص ۲۸۷)

اس کی ایک تعبیر تکلیف مالا یطاق بھی ہے۔

عمومی مثالیں:

(۱) سخت بھوک پیاس کی شدت کی وجہ سے دم توڑتے انسان کے لئے مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی اجازت۔
(۲) نماز میں قیام سے عجز کی وجہ سے قعود کی اجازت۔
(۳) کسی کی جان بچانے کے لئے نماز توڑنا۔

(ب): ضرورت کے تحقق کی 6 صورتیں:

(۱) مخمصہ (۲) اکراہِ تام (۳) اقتضائے کلام (۴) ضررِ شدید (۵) مرضِ شدید (۶) عذرِ شدید۔

ضرورت کا تحقق کلیاتِ خمسہ کو فوت / قریبِ فوت ہونے سے بچانے کے محل میں ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے شرعی احکام بھی موجود ہیں جو خاص اس وقتِ ضرورت سے متعلق ہیں۔

ضرورت کا تحقق درجِ ذیل صورتوں میں ہوتا ہے

(۱) مخمصہ	شدید بھوک پیاس۔
(۲) اِکراہِ تام/ اکراہِ مُلجی	یعنی مار ڈالنے، عضو کاٹنے یا سخت ضرب لگانے کی دھمکی (سخت ضرب کا مطلب یہ کہ جس سے جان یا عضو تلف ہونے کا اندیشہ ہو)
(۳) اقتضاءِ کلام	کلام کو صحیح بنانے کے لئے کوئی لفظ مقدّر یا پوشیدہ ماننے کی ضرورت (مثال "انما الاعمال بالنیات'' میں اعمال سے پہلے حکم/ثواب مقدر ماننا)
(۴) ضرر شدید	یعنی جب ممنوع کا ارتکاب نہ کرنے پر کلیاتِ خمسہ میں سے ایک یا زائد کو شدید ضرر کا گمان غالب ہو (مثال جب صاف سچ بولنے میں ضررِ شدید کا اندیشہ ہو تو تعریض (پہلو دار بات) کرنے یا اس سے بھی کام نہ چلے تو کذب صریح کی بھی اجازت ہے۔
(۵) مرضِ شدید	جس مرض کے باعث مشروع طریقے پر مامور بہ کی ادائیگی کی قدرت نہ رہے۔
(۶) عذرِ شدید	معذور شرعی کے احکام اور تعریفات اس مقام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس عذرِ شدید میں ضرورتِ شرعی کے تحقق کے لئے ضرورتِ لازمہ یا غالبۃ الوقوع کا ہونا بھی ضروری ہے۔

نوٹ: کلیاتِ خمسہ کی حفاظت میں دوسرے مسلمان کی ضرورت کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے جو اس کی طرف راجح ہیں یا اس کے ذمہ میں ہیں۔

(ج): ضرورت کے تحقق کی شرائط:

(۱) ضرورت فی الحال متحقق ہو۔

(۲) ممنوع بات کا ارتکاب یا محظور کا استعمال صرف بقدرِ ضرورت ہو۔

(۳) اپنے ضرر کا ازالہ اس کی مثل ضرر سے نہ کیا جائے لہٰذا کسی مضطر کو یہ حلال نہیں کہ دوسرے مضطر کا کھانا کھا کر اپنی جان بچائے۔

(۴) یہ یقین یا ظنِ غالب ہو کہ محظور کا استعمال کلیاتِ خمسہ میں سے جس کلی کی حفاظت کے لئے کیا گیا تھا، اس کی حفاظت ہو جائے گی۔

(۵) ممنوع/محظور کام، حقوق اللہ سے ہو یا ہلکے درجے کا ہو۔ یعنی محظور حق العباد سے نہ ہو۔ (اس اعتبار سے کہ حق العبد جب حق اللہ کے ساتھ ایک وقت میں معارض ہو تو حق العبد کو مقدم کیا جائے گا)۔

شرط نمبر ۵ کی مثالیں فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۲۰۰ رضا اکیڈمی سے:

(۱) جن کا نفقہ اس پر لازم ہے ان کا بندوبست کئے بغیر حج کو نہ جائے۔

(۲) ڈوبتے کو بچانے کے لئے نماز توڑنے کی اجازت۔

(۳) بچہ جنانے والی عورت اگر نماز میں مشغول ہوگی تو بچہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو نماز قضاء یا تاخیر کرنے کی رخصت۔

(د): ضرورت کا اثر (الضرورات تبیح المحظورات)

محظورات کی اقسام اور ان پر ضرورت کا اثر	مثالیں
قسم اول: **فعل ممنوع ضرورت کی وجہ سے مباح ہو جاتا ہے، بلکہ کرنا فرض ہے۔**	جیسے مردار، خنزیر کھانے پر اکراہ کیا تو ان کاموں کا کرنا جائز ہے جو کہ ممنوع تھے بلکہ ارتکاب اب فرض ہے، اگر صبر کیا اور وہ کام نہیں کیا جس کے سبب وہ مارا گیا تو گنہگار ہوا۔
قسم ثانی: **فعلِ ممنوع کے ارتکاب کی اجازت ور خصت ملتی ہے وہ محظور حلال نہیں ہوتا نہ ہی اس کا کرنا فرض ہے**	جیسے معاذ اللہ کفر کرنے پر اکراہ ہو۔ اس صورت میں کفر کا کلمہ کہنا یا فعل کرنا حرام ہی رہے گا لیکن اکراہ کی وجہ سے رخصت ملے گی کہ دل میں وہی یقین ایمانی برقرار رکھتے ہوئے پہلو دار بات کہے۔
قسم ثالث: **نہ فعل ممنوع مباح ہو اور نہ ہی اس کی رخصت ملتی ہے**	جیسے مسلمان کا قتل ناحق، والدین کو ایذا دینا، زنا کی حرمت، دوسری اور تیسری صورت میں ترکِ فعل محظور پر اگر وہ مار دیا گیا تو ثواب پائے گا۔

نوٹ:

(۱) ضرورت محظورات کی قسم اول میں مؤثر ہے جبکہ قسم ثانی میں بھی جزوی طور پر مؤثر ہے۔

(۲) جن اُمور میں یہ مؤثر نہیں (یعنی قسم ثالث)، اسے چھوڑ کر ضرورت تمام ابواب مثلاً عبادات، معاملات، عقوبات، اباحت، حقوق اللہ، حقوق العباد حتیٰ کہ ایمانیات میں بھی تخفیف کا باعث ہے۔

(۳) ضرورت کی تاثیر اجتہادی امور کے ساتھ ساتھ اجماعی مسائل اور موارد نصوص کو بھی عام ہے جیسے مخمصہ میں خنزیر کا گوشت کھانا، شراب پینا۔

(۴) ضرورت کا تحقق بندے کی جہت سے ہو (مثلاً اِکراہ ملجی) یا عذرِ سماوی کی بنا پر ہو۔ بہر صورت یہ مؤثر ہے بلکہ عذرِ سماوی میں اس کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا ہے (مثلاً صبی غیر ممیز، معتوہ، مجنون سے قلمِ شرعی کا اُٹھ جانا)

ضرورت کی تاثیر کی مثالیں:

مخمصہ کی حالت میں حرام شئی کھانے کی اجازت، پانی نہ ہو تو تیمم، ستر عورت کے لئے بھی کوئی کپڑا نہ ہو تو عریاں نماز پڑھنا، طاعات: تعلیم قرآن،، امامت وعظ وغیرہ پر اجرت لینا، جنگ/جہاد میں مشغول ہونے کے باعث نماز قضا کرنا (جامع ترمذی، غزوۂ خندق کا واقعہ)، بلی کا جھوٹا باوجود درندہ ہونے کے ناپاک نہ ہونا (یہ مثال حرجِ شدید کی ہے اور یہاں ضرورت کے ہم معنی بھی قرار دیا گیا)۔ (کمافی ردالمحتار)

دوسرا اور تیسرا سبب:

﴿حرج اور دفعِ حرج:﴾

اس کے تحت حاجت اور عمومِ بلویٰ آتے ہیں۔

اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد آپ درج ذیل باتیں جان چکے ہوں گے۔

۱۔ حرج کیا ہے؟

۲۔ حرج کا دائرۂ اثر کیا ہے؟

۳۔ حاجت کیا ہے؟ اسکی مثالیں۔

۴۔ ضرورت و حاجت میں فرق و امتیاز کیا ہے؟

۵۔ عمومِ بلویٰ کیا ہے؟

(الف): حرج کیا ہے؟

حرج کا لفظ مختلف جہات سے استعمال ہوتا ہے۔ اپنے عموم کے لحاظ سے ضرورت، حاجت اور عمومِ بلویٰ سب کو عام ہے لیکن جب یہ لفظ ضرورت کے مقابلے میں استعمال ہوگا تو حاجتِ شرعی اور عمومِ بلویٰ اس سے مراد لیا جائے گا۔

لغات القرآن (المفردات) للعلامہ الراغب الاصفہانی اور دیگر معتمد لغات اور کُتب احادیث کی شروحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ''حرج'' کا لفظ دو طرح کے معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) **سخت تنگی:** جس میں فعل کی استطاعت نہ رہے جیسے اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے، سحری نہ کر سکے، نماز نہ پڑھ سکے وغیرہ امثلہ جو کہ مذکورہ بالا لغات میں درج ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ ''ضرورت'' اور ''اضطرار'' ہے۔

(۲) **تنگی/دشواری:** جس میں فعل کی استطاعت ہو مگر اس میں مشقت و دشواری بھی بہت ہو جیسا کہ حاجتِ شرعیہ میں ہوتا ہے۔

نوٹ:

شریعتِ اسلامی اور فقہ کی کتابوں میں جہاں کہیں یہ مذکور ہے کہ بوجہ حرج یہاں حکم تبدیل ہوا اور آسانی فراہم کر دی گئی۔ ان تمام مقامات پر کہیں ضرورت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور کہیں حاجت کے معنی میں۔ کمافی التفسیرات الآیۃ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾۔ الحج: ۲۲

❖ **حرج کی اصطلاحی تعریف:**

ایسی تنگی جس کے باعث کلیاتِ خمسہ میں سے کسی ایک یا زائد کے تحفظ میں بندے کو مشقت ودشواری پیش آئے خواہ یہ کلیات فوت یا قریب الفوت ہوں یا نہ ہوں۔

❖ **دفعِ حرج:** اس تنگی ومشقت کو دور کردینے کا نام ہے۔

❖ **حرج ودفعِ حرج کی قرآنی مثالیں:**

(۱) سورۂ توبہ، آیت ۹:	عذروالوں مثلاً ضعفاء، عورتیں، بچے، اپاہج، تنگ دستوں کے بارے میں شرکتِ جہاد کی رخصت (بوجہ حرج)
(۲) سورۂ المائدہ، آیت ۵:	تیمم کی آیت
(۳) سورۂ الحج، آیت ۲۲:	وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ
(۴) سورۂ نور، آیت ۲۴:	لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ۔ الخ

(ب): حرج کا دائرۂ اثر:

حرج کے عموم میں ضرورت اور حاجت دونوں شامل ہیں، لہٰذا ضرورت وحاجت کی طرح **منصوص، اجماعی اور اجتہادی مسائل** میں سے ہر ایک میں تغییر احکام کا باعث بنے گا۔

اس کی مثالیں فتاویٰ رضویہ، ج۱، باب الغسل میں ص ۱۰۰، ۹۹ پر امام اہلسنّت کے ایک فتویٰ سے پیش کی جارہی ہیں۔ ان 21 مثالوں میں سے اکثر کا تعلق حاجت سے ہے اور چند کا ضرورت سے۔

وہ اقتباس یہ ہے "**بالجملہ تمام ظاہر بدن، ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہانا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں**" مثلاً **(۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) عورت کے گندھے ہوئے بال (۳) ناک کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہوگئے (۴) نامختون کا حشفہ جب کہ کھال چڑھانے میں تکلیف ہو۔۔۔(۱۳) پلک یا کوے میں سرمہ کا جرم (۱۴) کاتب کے انگوٹھے کی روشنائی۔۔۔(۲۰) پٹی کہ زخم پر ہو اور کھولنے میں ضرر یا حرج ہے (۲۱) ہر وہ جگہ کہ کسی درد یا مرض کے سبب اس پر پانی بہنے سے ضرر ہوگا۔**

آگے فرماتے ہیں:

غرض مدارِ حرج پر ہے اور حرج بنصِ قرآن مدفوع اور یہ امت دنیا وآخرت میں مرحومہ والحمد للہ رب العالمین۔

نیز اس میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ مدار کار ضرورت حرج عام یا خاص پر ہے۔ جس چیز کی آدمی کو عموماً یا خصوصاً ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اس کے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے اس کا ناخنوں کے اندر یا اوپر کہیں اور لگا رہ جانا۔۔۔۔فرضِ اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں۔

دفع حرج (حاجت) منصوص مسائل میں مؤثر ہوتی ہے اس کی ایک مثال:

رشوت لینا نص سے حرام ہے مگر اپنا حقِ ثابت وصول کرنے کے لئے رشوت دینے کی اجازت ہے۔

اسی طرح نماز میں کلام بالاجماع مفسدِ نماز ہے مگر اپنی نماز کو فساد وکراہت سے بچانے کے لئے مقتدی کو لقمہ دینا جائز ہے۔

نوٹ:

عرف وتعامل پر مبنی مسائل میں حرج نہ رکن ہے نہ شرط لیکن بسا اوقات ان مسائل میں خلافِ عادت کا ارتکاب حرج وتنگی کا باعث ہوتا ہے۔ اس وقت ایسے مسائل بھی حرج کے افراد سے ہوں گے اور ضرورت وحاجت کا درجہ رکھیں گے۔

فتاویٰ رضویہ میں حاجت وعمومِ بلویٰ پر حرج کا اطلاق کیوں؟

کیونکہ اس اطلاق سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سبب کی اصل کتاب اللہ کی آیتِ کریمہ ''**وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ**'' ہے۔

(ج): حاجت کیا ہے؟ اسکی مثالیں:

جن کے بغیر مقاصد پنجگانہ (کلیاتِ خمسہ) فوت نہیں ہوں گے لیکن اگر یہ فراہم نہ ہوں تو مشقت وحرج کا سامنا ہوگا۔

ان حاجات کو فقہی اصطلاح میں **حاجاتِ اصلیہ** بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ: (۱) رہنے کا مکان (۲) سردی گرمی میں پہننے کے کپڑے (۳) روشنی کے لئے چراغ یا کوئی اور ذریعہ (۴) علمی مشغلہ رکھنے والے کے لئے دینی کتابیں۔

دیگر امثلہ: دین کے لئے عقائد ظنیہ کی تعلیم جن کا مخالف گمراہ، بدعتی یا عند الفقہاء کافر تک ہوتا ہے۔ فرائض کفایہ اور عملیہ اور واجبات کی تعلیم، عقل کو نقصان پہنچانے والی عادتوں کا ترک، مال کے لئے بیع، اجارہ، بیع سلم اور بیع بشروط متعارفہ کا جواز، نسب کے تحفظ سے متعلق ایک حاجت یہ ہے کہ حرام طریقۂ وطی کا ترک کیا جائے مثلاً حیض ونفاس ونکاح فاسد میں زوجہ کے ساتھ جماع حرام ہے حالانکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا لیکن ولد الحرام ہوگا جو کہ ضرر وحرج ہے۔

مزید امثلہ ''المشقة تجلب التیسر'' کے تحت الاشباہ والنظائر لابن نجیم مصری میں ملاحظہ کریں۔

(د): ضرورت وحاجت میں فرق وامتیاز:

ضرورت	حاجت
(۱) حرام میں مبتلا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔	(۱) بالکل اختیار ختم نہیں ہوتا ایک گونہ باقی رہتا ہے۔
(۲) کلیاتِ خمسہ، فعل/عدم فعل کی صورت میں فوت یا قریب الفوت ہو جاتے ہیں۔	(۲) ایسا نہیں ہوتا بلکہ ضرر ومشقت کا سامنا ہوتا ہے۔
(۳) ضرورت اگر ضرر کی بناء پر ہو تو ضرور اپنی انتہا کو ہوتا ہے جیسے سردی سے کانپ رہا ہے اور اتنا کپڑا بھی نہ ہو جس سے ہلاکت سے بچ سکے۔	(۳) ضرر ایک درجہ نیچے ہوتا ہے۔
(۴) ضرورت مرتبۂ فرض میں ہوتی ہے۔	(۴) حاجت مرتبۂ فرض سے نیچے واجب یا سنت موکدہ کے درجہ میں ہوتی ہے۔
(۵) ضرورت کی وجہ سے حرام قطعی بھی مباح ہو جاتا ہے۔	(۵) حاجت کی وجہ سے صرف مکروہ تک کی اجازت ملتی ہے۔

❖ حاجت کی اقسام:

(۱) حاجتِ خاصہ: وہ حاجت جو کسی ایک فرد یا نوع کے افراد کے ساتھ خاص ہو جیسے نابینا کے لئے جمعہ وجماعت سے چھوٹ، اسی طرح مسافر کے لئے نماز جمعہ اور جماعت سے رخصت، مقتدی کے لئے لقمہ دینے کی اجازت، محتاج کے لئے مخصوص صورتِ حال میں سودی قرضہ لینے کی اجازت۔

(۲) حاجتِ عامہ: جو کسی نوع کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ کسی علاقہ، ملک، شہر کے اکثر لوگوں کی حاجت ہو۔ جیسے اجارہ واستصناع کا جواز۔

(۳) حاجت بمنزلہ ضرورت: کبھی حاجت خاصہ وعامہ میں اس طرح کی پیچیدگیاں سامنے آجاتی ہیں کہ لوگوں کو ارتکابِ محظور کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اس وقت حاجت ضرورت کے قائم مقام ہو جاتی ہے جیسے بڑے شہروں میں اجارہ، محتاج کے لئے سودی قرضہ بھی اسی نوع حاجت سے ہے۔

(ھ): عمومِ بلویٰ کیا ہے؟

عمومِ بلویٰ: یہ اصطلاح دو الفاظ کا مرکب ہے۔

عموم: یعنی عام ہونا، افراد کا احاطہ کرنا سب کو شامل ہونا۔

بلویٰ: یعنی مشقت، آزمائش، امتحان، مصیبت، غم، گناہ، وہ حالت و کیفیت جس کے باعث عوام و خواص سبھی محظور شرعی میں مبتلا ہوں اور کلیاتِ خمسہ میں سے کسی ایک یا زائد کے تحفظ کے لئے اس سے بچنا متعذر یا حرج وضرر کا سبب ہو۔

وہ محظور جس میں عوام و خواص مبتلا ہوں، کبھی ضرورت کے درجہ میں بھی ہوتا ہے (جب اس سے بچنا ناممکن ہو جائے)۔ اور کبھی حاجت کے درجہ میں ہوتا ہے (جب اس سے بچنا ممکنات میں سے ہو)۔

ناممکن کی مثال (الاشباہ والنظائر سے)

(۱) کپڑے میں کھٹمل یا پسو کا خون لگ جانا۔

(۲) سڑکوں کی کیچڑ

(۳) نجاست کا اثر تین بار دھونے کے بعد جو رہ جائے اور ازالہ دشوار ہو۔

(۴) خشک پاخانے کا غبار۔

(۵) گوبر کی راکھ وغیرہ۔

(۶) نماز میں قرأت میں اعرابی غلطی بوجہ عمومِ بلویٰ مفسد نماز نہیں۔ کما فی الشامی

ممکن کی مثال

(۱) بیع الامانۃ/ بیع الوفاء کا جواز حالانکہ بیع عینہ سے مذکورہ فائدہ کا حصول ممکن تھا (کما فی کفل الفقیہ الفاھم)

(۲) تالاب کا اجارہ (عامہ کتب میں اس اجارہ کو ناجائز و باطل کہا گیا۔ قواعد واُصول مذہب کے مطابق) حالانکہ یہاں بھی مذہب کی خلاف ورزی سے بچنا دو طرح سے ممکن تھا۔ کما فی فتاویٰ الرضویہ، ج ۷

(۳) امام ابو یوسف کی روایت نادرہ کے مطابق بوجہ عموم بلویٰ اب دیہات میں جمعہ جائز قرار دیا جاتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۳ میں ایک فتویٰ اسی روایت نادرہ پر ہے۔

حالانکہ اس سے علماء کا بچنا اور ترغیب کے ذریعے بہت سی عوام کو بچانا ممکن ہے۔

(۴) مووی کا مسئلہ جو کہ digital (ڈیجیٹل) یا اسکرین پر ہو بہت سے **علماء کے نزدیک** اس عموم میں داخل ہو چکا ہے کہ عوام الناس کے ساتھ ساتھ اکابر علماء اور اصحابِ ورع و تقویٰ بھی اس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ حالانکہ اس سے بچنے میں امکانی صورتیں ہیں۔

(۵) حقہ نوشی کی ایک وجہ جواز عمومِ بلویٰ ہے (کما فی الفتاویٰ الرضویہ) (رسالہ حقۃ المرجان لمھم حکم الدخان)

(۶) ناپاک تیل سے بنے صابن اور ناپاک پانی کے چھڑکاؤ کے بعد تنور سے بنی روٹی کو بھی عمومِ بلویٰ کی وجہ سے رد المختار میں جائز کہا گیا حالانکہ ان دونوں سے بچنا ممکن ہے۔

❖ حرج اور عمومِ بلویٰ میں نسبت:

حرج عام ہے عمومِ بلویٰ خاص ہے۔ جہاں عمومِ بلویٰ ہوگا وہاں حرج لازمی ہوگا لیکن جہاں جہاں حرج ہے وہاں ابتلاءِ عام ضروری نہیں بلکہ انفرادی مشقت وضرر بھی مرتبۂ ضرورت وحاجت میں ہو سکتا ہے۔

منصوص مسائل میں عمومِ بلویٰ کا اعتبار:

منصوص مسائل میں عمومِ بلویٰ کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ابتلاءِ عام کی وجہ سے حرج پیدا ہو گیا اور حرج نصِ قرآنی سے مرفوع ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ج۲، ص۴۹ پر ہے

وعموم البلویٰ من موجبات التخفیف حتی من موضع النص القطعی	ترجمہ: اور عمومِ بلویٰ اسبابِ تخفیف سے ہے یہاں تک کہ اس مسئلہ کے بارے میں بھی جس کے بارے میں نص قطعی وارد ہے۔

حلال وحرام کے مسائل میں عمومِ بلویٰ:

جس طرح طہارت کے مسائل میں عمومِ بلویٰ مؤثر ہے اسی طرح حلت وحرمت کے مسائل میں بھی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۴۳ حقہ المرجان رسالہ میں اس کی تصریح فرمائی اور مثالیں بھی پیش کیں۔

چوتھا اور پانچواں سبب:

﴿عرف وتعامل﴾

اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد آپ درج ذیل باتیں جان چکے ہوں گے۔
۱۔ عرف کی تعریف کیا ہے؟
۲۔ عقل کسی شئ کو اچھا سمجھے۔ اس کے چار اسباب کیا ہیں؟
۳۔ عرف کی تقسیمات کیا ہیں؟ اسکی مثالیں۔
۴۔ تعامل، توارث، تلقی بالقبول کی وضاحت۔
۵۔ عرف کا دائرہءِ اثر کیا ہے؟ کن شرطوں پر موئثر ہے؟ تفصیلی مثالیں۔

(الف): عرف کیا ہے؟

لغوی تعریفات:

(۱) ''مایتعارفہ الناس'' وہ چیز جو لوگ جانتے پہچانتے ہوں۔ [عمدۃ القاری، ج۲۱، ص۱۹]

(۲) رواج چلن دستور (مثلاً ''وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ'' ترجمہ: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کی خوراک ولباس لازم ہے، رواج و دستور کے مطابق۔ (البقرہ: آیت ۲۳۳)

(۳) اصطلاح، تسلیم کردہ امور: جسے اصطلاح نحاۃ کو عرف نحاۃ یا اصطلاح شریعت کو عرف شرع کہتے ہیں۔

مختلف معانی میں مطابقت:

اپنا رواج و دستور سب کو معلوم ہوتا ہے اور اپنی اصطلاح اور تسلیم کردہ باتیں بھی سب جانتے پہچانتے ہیں۔ یوں ہی رواج و دستور تسلیم شدہ امور ہی ہوتے ہیں۔

عرف کی فقہی تعریف:

ایسا قول و فعل جو عام طور پر عوام وخواص کے درمیان اچھا سمجھے جانے کی وجہ سے رائج ہو اور عقولِ سلیمہ اسے تسلیم کرتی ہوں۔

(شرح اشباہ علامہ ہبۃ اللہ بیری علیہ رحمہ نے المستصفیٰ سے اس مضمون کی تعریف نقل کی ہے/ رسالہ نشر العرف از علامہ شامی)

اس تعریف کے بعض نکات قابلِ توضیح ہیں:

(۱) عرف کا لفظ جب عادت کے مقابلے میں آئے تو عرف قولی مراد ہوتا ہے اور جب عمومی طور پر بولا جائے تو عرفِ قولی و فعلی دونوں کو عام ہوگا کیونکہ عادت بمقابلہ عرف جب بولا جائے تو عرف عملی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

(۲) اچھا سمجھے جانے کی بناپر رواج، عرف ہوتا ہے۔اس لفظ سے ''ما استقر فی النفوس من جھة الاھواء'' یعنی خواہشاتِ نفس کی وجہ سے رائج امور نکل جائیں گے جیسے فواحش و منکرات بکنے کی عادت، چوری، زنا، کذب، غیبت کی عادت۔

عقل کسی شئ کو اچھا سمجھے اس کے چار اسباب ہیں:

(۱) زینت	(خوبی جمال، مناسب آرائش جیسے شیروانی انواع واقسام کی ٹوپیاں وغیرہ)(مزید یہ کہ لذیذ کھانے، اعلیٰ چھپائی بھی اس کی مثالیں ہیں)
(۲) منفعت	جس میں دینی یا دنیوی نفع ہو۔
(۳) حاجت	جن کے بغیر مقصد کے حصول میں حرج ومشقت ہو لیکن مقصد ان کے بغیر فوت نہ ہو (مثلاً بیع استصناع، کفن پر کلمات طیبات لکھنا وغیرہ)
(۴) ضرورت	وہ چیزیں جن کے بغیر مقصود فوت ہو جائے جیسے قرآنِ پاک کی تعلیم وامامت پر اجارہ، مزارعت کا جواز۔

ان تفصیلات کی روشنی میں عرف کا مصداق وہ کام جن کا رواج یا جواز اس وجہ سے ہو کہ عقولِ سلیمہ ان کو ضرورت، حاجت، منفعت یا زینت کے حصول کی وجہ سے اچھا سمجھتے ہیں۔

(ب): عرف کی تقسیمات:

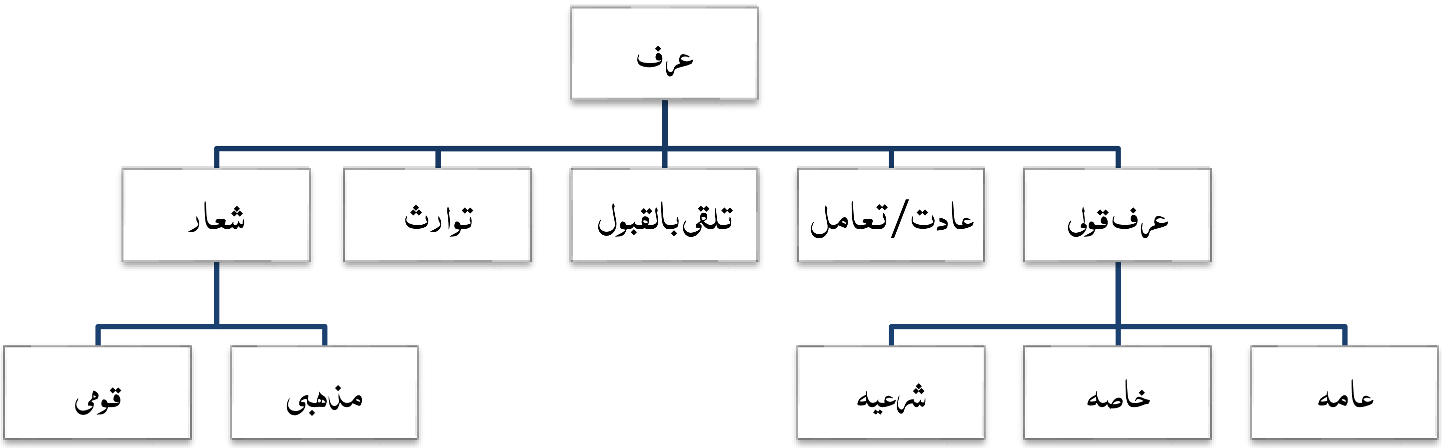

مدارج عرف (باعتبار افراد وعلاقہ)

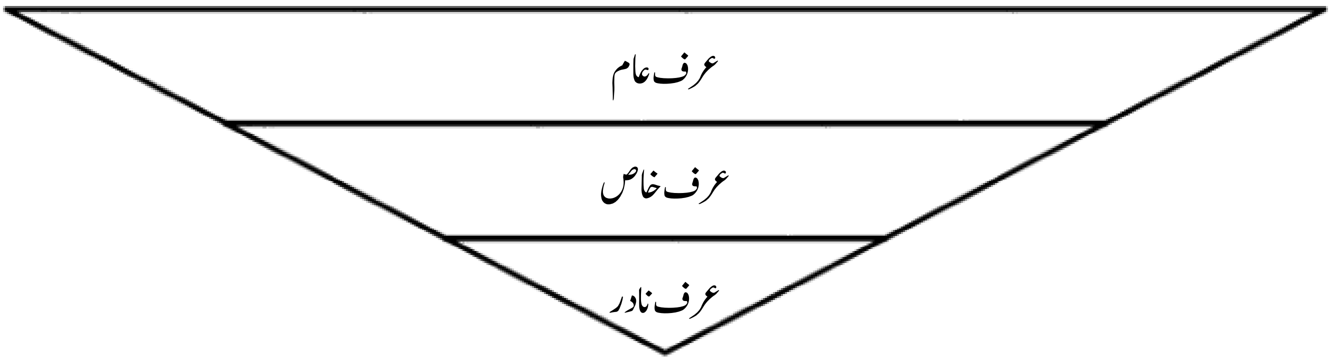

• عرف کی بنیادی تقسیم

① عرف قولی:

کوئی لفظ جب بولا گیا تواس وقت اس کا معنی اہلِ زبان کے عرف میں جو سمجھا جاتا ہے وہ عرفِ قولی کہتے ہیں جیسے ''وانزلنا من السماء ماءً'' میں ''ماءً'' کا لفظ ہے، کہ نزولِ قرآن کے وقت، اہل عرب میں اس سے مطلق پانی سمجھا جاتا تھا۔ یوں ہی قاری، کاتب، عالم، حافظ، معلم، مبلّغ وغیرہ الفاظ جس مخصوص معانی میں بولے جاتے ہیں انہیں عرفِ قولی کہتے ہیں۔

② عرف فعلی/تعامل/عادت:

عادت ''عود'' ''معاودۃ'' سے مشتق ہے۔ اس کے معنی بار بار پیش آنا اور لوٹنا ہے۔
اصطلاح میں وہ کام جو لوگوں کے بار بار کرنے اور برتنے کی وجہ سے اس طرح رچ بس جائے کہ طبعی اُمور کی طرح ان کی ادائیگی اور بجاآوری سہل وآسان ہو جائے۔ بار بار اس طرح کے صدور کی وجہ کوئی علت یا سبب کا پایا جانا نہ ہو (یعنی کوئی علاقۂ عقلی اس کے صدور کی وجہ نہ بنے) جیسے کہ نماز کا وقت ادائیگی نماز کا سبب ہے کہ وقت کے بار بار آنے سے نماز بھی واجب الادا ہوتی رہتی ہے لیکن اسے عادت نہیں کہیں گے۔ عادت کا دوسرا نام ''تعامل'' ہے جسے عرفِ عملی یا عرفِ فعلی بھی کہا جاتا ہے۔

اس تعریف کے تین اہم نکات ہیں:

① **عرف/ عمل عوام وخواص سبھی کا ہو۔**

② **عقولِ سلیمہ اسے اچھا سمجھتی ہوں اسی وجہ سے وہ دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور طبیعتیں اسے قبول کریں۔**

③ **بار بار اس کا صدور عقلاً مستحسن ہونے کی وجہ سے ہو، کسی عقلی علاقہ کی وجہ سے نہ ہو (جیسے علت وسبب وغیرہ) اور نہ ہی خواہشات نفسانی کی وجہ سے اس کا ارتکاب کیا جائے۔**

نوٹ:

(۱) **عقولِ سلیمہ کا اچھا سمجھنا عام ہے:** فعل حسن اور ترکِ قبیح دونوں کو۔ لہٰذا کسی حسن کو اچھا سمجھ کر کرنے کی عادت ہو یا کسی قبیح کو بُرا سمجھ کر اس سے بچنے کی عادت، دونوں ہی مسلمانوں کا عرف و تعامل کہلائیں گے۔

(۲) **عادت کا ایک اور اطلاق:** یہ وہ عادات ہیں جو عقلاً مستحسن ہونے کے معنٰی میں استعمال نہیں ہوتیں بلکہ یہاں عادت کا اطلاق کسی کام کے بار بار صدور کی بناء پر کیا گیا ہے خواہ وہ اختیاری ہو جیسے گناہ یا غیر اختیاری ہو جیسے حیض۔

مذکورہ بالا اطلاق عادت و عرف کا عام اطلاق ہے جبکہ ابتداء کلام میں جس عرف قولی و عملی کا ذکر کیا ہے وہ فقہاء کی اصطلاح کا عرف خاص ہے اور استحسانِ شرعی و عقلی سے موصوف ہے۔

(۳) بہت سے مقامات پر فقہاء نے عرف و تعامل کے لئے استحسان کا لفظ استعمال کیا ہے۔

- **عرف قولی کی ایک تقسیم:**

(۱) عرفیہ عامہ:

عام انسانوں کا عرف جو کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں جیسے ''داخل ہونا'' کے معنی کو ادا کرنے کے لئے وضعِ قدم کا لفظ کہ ہر طبقہ میں اسے بولنے کا عرف ہے۔ جیسے قدم رنجہ فرمانا، to set foot، مبارک قدم پڑنا۔

(۲) عرفیہ خاصہ: خاص طبقہ کا یا مخصوص گروہ کا عرف جسے لفظ رفع، نحویوں کی اصطلاح میں کلمہ کے آخر میں پائی جانے والی مخصوص علامت ضمہ، الف، واؤ کے لئے۔

(۳) عرفیہ شرعیہ: کسی لفظ کا وہ مفہوم جو شریعت نے متعین کیا ہو گو کہ لغوی معنٰی اس کا یہ نہ ہو جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

- **عرف کی دیگر صورتیں: (تلقی بالقبول، شعار، توارث)**

❖تلقی بالقبول:

عرف عملی کو کبھی کبھی تلقی بالقبول سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

نزھۃ النظر مطبوعہ مجلس البرکات، ص۱۹،۱۸ پر ہے:

''والخبر المحتف بالقرائن انواع ، منھا: تلقی العلماء لکتابیھا بالقبول وھذا التلقی وحدہ اقوی فی افادۃ العلم من مجرد کثرۃ الطرق القاصرۃ عن التواتر''

ترجمہ: اور خبر مؤید بالقرائن کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے (ایک تلقی بالقبول جیسے) علماء کا صحیحین (بخاری و مسلم) کو قبول فرمانا اور یہ قبولیت افادۂ علمِ یقین میں کثرتِ طرق سے زیادہ قوی ہے جبکہ وہ تواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔

نوٹ: ۱۲ ربیع الاول کو ولادت کی تاریخ بھی تلقیٔ امت بالقبول سے مانا گیا ہے۔ کمافی فتاویٰ الرضویہ

❖شعار:

کسی قوم کا شعار مذہبی و قومی بھی عرف عملی و قولی میں داخل ہے کہ وہ قوم اس سے پہچانی جاتی ہے
جیسے مسلمانوں میں داڑھی، اذان، جماعتِ نمازِ پنجگانہ وجمعہ و عیدین و مساجد وغیرہم
اور ہندوؤں میں چوٹی، زنار وغیرہ اور سکھوں میں مخصوص پگڑی، ہاتھ کا کڑا وغیرہ۔

تعامل (عرف عملی) وشعار میں فرق:

شعار جس قوم یا مذہب کا ہوگا اس کے غیر میں نہیں ہوگا جبکہ تعامل (عرف) میں اس امر متعارف کا خاص ایک مذہب یا قوم کے افراد میں خاص ہونا ضروری نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں شعار سے متعلق ہے کہ:

''اس کے تحقق کو اس زمان و مکان میں ان کا شعارِ خاص ہونا قطعاً ضرور، جس سے وہ جانے پہچانے جاتے ہوں اور ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو''

پھر شعار کی دو اقسام ہیں:

(۱) شعار قومی　　(۲) شعار مذہبی

①شعارِ قومی:

جو کسی قوم نے مذہبی تعلیمات کی وجہ سے نہ اپنائے ہوں لیکن اس قوم کے مخصوص شعار ضرور ہوں۔ جیسے کرتا شلوار مسلمانوں کا شعار ہے یا دھوتی پہننا (نہ کہ لنگی) یہ ہندوؤں کا شعار ہے، استنجاء کرنے میں صرف کاغذ (tissue) کا استعمال انگریزوں اور مغربی ممالک کا شعار ہے (جو عموماً عیسائی ہیں)، خاص قسم کی اونچی پگڑی باندھنا اور ہاتھ میں کڑا پہننا سکھوں کا شعار ہے۔

②شعارِ مذہبی:

جو کسی خاص مذہب کی تعلیمات کی بناء پر ہو جیسے شملہ کے ساتھ عمامہ باندھنا، اذان دینا، جماعت سے نماز قائم کرنا، جمعہ و عیدین، صلوۃ وسلام و میلاد النبی ﷺ منانا یہ سب مسلمانوں کا شعارِ مذہبی ہے اور اس کے برعکس ماتھے پر قشقہ لگانا، زُنار باندھنا، سر پر چوٹی رکھنا، رکھشا بندھن ہندوؤں کا شعار ہے۔

ایک اہم نکتہ:

عہد رسالت میں اقامت صلوۃ مسلمانوں کا اور ترکِ صلوۃ کافروں کا مذہبی شعار تھا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں درج ہے ''صدرِ اول میں ترک نماز، بمعنی کف کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے۔ اسی قبیل (علامتِ کفر اور اماراتِ تکذیبِ نبی علیہ السلام سے گنا جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کان اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئا من الاعمال ترکہ کفراً غیرالصلاۃ'' (یعنی) اصحابِ مصطفیٰ ﷺ نماز کے سوا کسی عمل کو ترک کو کفر نہ جانتے۔۔۔ بالجملہ یہ ایک جم غفیر قدمائے اہل سنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔

صدرِ اوّل کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی وکسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی ومستعدی کے صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی۔ اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی۔ وہ امارت مطلقہ وعلاماتِ فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی۔ لہٰذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲، ص۲۲۶، ۲۲۵، کتاب الصلاۃ، رضا اکیڈمی)

یہاں سے معلوم ہوا کہ شعارِ مذہبی کے بدلنے سے بھی حکمِ شرعی بدل جاتا ہے۔

❖توارث:

کی اعلیٰ قسم توارث بھی ہے۔

لفظی معنیٰ: یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کا وارث ہونا۔

اصطلاحی معنیٰ: وہ امر جو عہد رسالت سے سلفاً عن خلف معمول بہ ہوتا چلا آیا ہے جیسے عربی زبان میں جمعہ کا خطبہ، اذان کا مسجد کے باہر ہونا وغیرہ۔ تفصیل کے لئے امام اہلسنّت کا رسالہ ''شمائم العنبر'' دیکھیں۔

چند نکات اس رسالہ سے پیش ہیں۔

(۱) صاحبِ فتح القدیر نے قرأت جہری وسرّی کے متوارث ہونے کے بیان کے بعد فرمایا ہے کہ متوارث امر کے لئے کسی نص معین کی ضرورت نہیں۔ اور امام اہلسنت فرماتے ہیں کہ توارث کے وہ معنیٰ ہیں جس سے شرعاً دلیل پکڑنا درست ہے اور جس کی سند ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) ''اقول تحقیقِ مقام یہ ہے کہ (توارث کے) احوال کی چار قسم ہیں۔ الخ''

(۳) جس امر متوارث کے بارے میں معلوم ہو کہ زمانۂ رسالت ﷺ سے شائع ہے اسے ''متوارث اعلیٰ'' بھی کہتے ہیں۔

(۴) جب نہ معلوم ہو کہ زمانۂ رسالت میں اس امر کا کیا حال تھا اور نہ ہی اس کا بعد میں ایجاد ہونا معلوم ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ چیز شروع سے اسی طرح ہوتی آرہی ہے۔ اسے ''متوارث حکمی'' کہا جاتا ہے۔ اس کے لئے بھی متوارثِ اعلیٰ کی طرح کسی خاص سند کی ضرورت نہیں۔

(۵) جس چیز کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ حضور ﷺ کے عہد مبارکہ کے بعد کی ایجاد ہے ایسی چیز کے بارے میں متوارث ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ حسبِ قواعد شرعیہ ان کے بارے میں یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ کسی سنت ثابتہ کے خلاف تو نہیں۔ اگر یہ کسی سنت کے خلاف نہ ہو تو اس کا معاملہ استحباب سے وجوب تک میں دائر ہوگا اور زمانے کی قدامت کے اعتبار سے اسے کبھی کبھی متوارث کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے خطبۂ جمعہ میں حضور ﷺ کے دو چچا کا نام لینا۔

⑥ وہ امر حادث ہو اس کے حدوث کا وقت معلوم نہ ہو۔ اور وہ خود قبیح ہو یا قوائدِ قبح کے تحت داخل ہو تو قبیح ہے اور اس کا دائرہ بھی مکروہ سے لے کر تحریم تک پھیلا ہوا ہے۔

⑦ وہ امر حادث ہو اس کے حدوث کا وقت معلوم نہ ہو اور وہ قوائدِ قبح کے تحت نہ آتا ہو نہ ہی کسی سنت ثابتہ کے مخالف ہو تو یہ صرف مباح ہے، نہ قبیح ہے نہ مستحب۔ ہاں! جب شہر و علاقہ کی عادت سے خارج ہو تو مکروہ ہو گا۔

⑧ وہ امر حادث ہو اس کے حدوث کا وقت معلوم نہ ہو اور امر سنتِ ثابتہ کے مخالف بھی ہو لیکن زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے اس کا حکم شرعی بدل گیا ہو اور اس تبدیلی پر تمام مسلمانوں کا عمل درآمد جاری و ساری ہو گیا جیسے عورتوں کا مسجد میں نہ آنا۔

نوٹ:

توارث اعلیٰ کو فقہاء نے اجماع سے بھی تعبیر کیا ہے جیسے بیع استصناع،

مگر اجماع، توارث کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسے تقلید عرفی پر توارث نہیں مگر اجماع موجود ہے۔ اس سے یہ بات مستفاد ہے کہ بعض اجماع توارث اعلیٰ ہیں لیکن ہر توارث اعلیٰ اجماع ہے۔

- **عرف کی چوتھی قسم:**

کے 3 مدارج ہیں۔

(۱) عرف عام:	جو امر کسی ملک / صوبہ کے بلادِ کثیرہ میں عوام و خواص کے درمیان رائج ہو۔
(۲) عرفِ خاص:	جو امر ایک دو شہروں میں عوام و خواص کے درمیان رائج ہو۔
(۳) عرف نادر:	وہ قول / فعل جو دو چار آدمیوں میں رائج ہو یعنی معدودین کا فعل / قول ہو۔

(ج): عرف و تعامل کی تاثیر و دائرۂ اثر:

① وہ عرف جو زمانۂ رسالت ﷺ سے رائج ہو (یعنی توارث اعلیٰ)

- اس کا حکم حدیثِ تقریری کا ہے۔
- اگر نص اس کے مقابل آجائے تو تعارض کی صلاحیت رکھتا ہے
- اور بحالت تاخیر ناسخ بن سکتا ہے۔

② وہ عرف جو ساری دنیا کے تمام مسلمانوں کا ہے۔

- اجماع امت کے حکم میں ہے / بلکہ عین اجماع ہے۔

- نص آحاد (خبر واحد) سے قوی تر ہے۔
- عندالتعارض ناسخ بن سکتا ہے کہ نصِ غیر منسوخ کے خلاف اجماع ہونا محال ہے۔

③ تمام بلادِ عالم کے اکثر مسلمانوں کا عرف

- ملحق بالاجماع ہے۔
- اس کا حجت ہونا نصوص سے ثابت اور اس کا ثبوت ''سوادِ اعظم کا گمراہی پر جمع نہ ہونے'' والی دلیل سے ہے۔

④ کسی ملک یا صوبے کے اکثر مسلمانوں کا عرفِ حادث ہو جو عہد رسالت کے بعد کبھی وجود میں آیا ہو۔ یہ عرف:

- نص شرعی (کتاب وسنت) کے مقابل مردود ہوتا ہے۔
- مخصوص حالات میں یہ قیاس پر راجح ہے۔
- نص اس وجہ سے متروک نہ ہو گی لیکن مخصوص ہو سکتی ہے۔

نوٹ:

فقہاء جہاں عرف وتعامل کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور مطلقاً بولتے ہیں وہاں یہی چوتھے درجے کا عرف مراد لیتے ہیں۔

❖ **عرفِ عام کا حکم:**

- عرف عام نص کے مخالف ہو (کلیۃً) تو معتبر نہیں ہو گا۔
- اس کے ذریعے نصِ عام کی تخصیص جائز ہے۔
- اگر عرف عام قیاس کے معارض ہو تو عرفِ عام راجح ہو گا۔
- اگر عرفِ عام نصوص مذہبِ حنفی (یعنی مذہب حنفی کی کلیات وجزئیات جو مسائل اجتہادیہ سے متعلق ہیں) کے خلاف ہو تو مذہب کے قول سے عدول عمومی طور پر جائز ہو گا جیسے تعلیم قرآن پر اجارہ۔

نوٹ:

بعض لوگوں کا توارث اگر نص کے خلاف ہو تو وہ بھی رد کر دیا جائے گا مثلاً دخولِ وقت فجر سے پہلے اذان دینے میں حرمین شریفین کا توارث (کمافی الھدایۃ)

❖ **عرفِ خاص کا حکم:**

- نص کے کلیۃً مخالف ہو تو معتبر نہیں ہو گا۔
- اس کے ذریعے نص عام کی تخصیص جائز نہیں۔ (ارجح قول کے مطابق)

- اگر عرف خاص قیاس کے معارض ہو تو قیاس ترک نہیں ہوگا (ارجح قول کے مطابق)
- اگر عرف خاص مذہبِ حنفی کی نصوص کے خلاف ہو تو مذہب کے قول سے عدول خصوصی طور پر (نہ کہ عمومی طور پر) جائز ہوگا یعنی اس مخصوص شہر والوں کے لئے تغییر حکم کا باعث ہوگا۔

❖ **عرفِ نادر کا حکم:**

- نص کے کلیۃً مخالف ہو تو معتبر نہیں ہوگا۔
- اس کے ذریعے نص عام کی تخصیص جائز نہیں (بالاجماع)
- مذہب حنفی کی نصوص کے مقابلے میں بھی عرفِ نادر غیر معتبر ہوگا۔
- قیاس کے مقابلے میں بھی عرف نادر غیر معتبر ہوگا۔
- صرف صورت حکم بتانے کے لئے یعنی معانیٔ الفاظ کے عرفی معنی کے مدار کے طور پر عرفِ نادر (ایک مخصوص شخص یا معدودین کا عرف) معتبر ہے۔ جیسے قسم نذر او قاف وصایا، بیع وجارہ کے الفاظ وغیرہ۔

(د): عـــرف کے دائرہِ اثر کا خلاصـــہ:

	محل اثر	عرفِ عام	عرفِ خاص	عرف نادر
1	نص کے کلیۃً خلاف	غیر معتبر	غیر معتبر	غیر معتبر
2	نص عام کی تخصیص میں	معتبر	غیر معتبر	غیر معتبر
3	قیاس کے معارض	معتبر	غیر معتبر	غیر معتبر
4	مذہبِ حنفی کی نصوص کے خلاف	معتبر (عموماً)	معتبر (خصوصاً)	غیر معتبر
5	الفاظ کے معانی کے جاننے کے لئے [بطورِ مدار، صرف صورتِ حکم تک پہنچنے کے لئے]	معتبر	معتبر	معتبر

(ھ): عـــرف کی تاثیـر کی شـرائط:

عرف وتعامل کی جو تاثیر اوپر مذکور ہے اس کی چند شرائط ہیں۔

۱	عرف شائع و مستفیض ہو یعنی عام طور پر عوام و خواص سب میں رائج ہو۔
۲	عرف مقارن سابق ہو یعنی عرف معاشرہ میں پہلے سے پایا جاتا ہو اور اس پر مبنی قول و فعل تک علیٰ حالہٖ برقرار ہو جیسے کوئی سامان خریدتے وقت اس پر وارنٹی کا عرف نہ تھا اور بعد میں ہو گیا تو پہلے کے خریدار کو اس وارنٹی کا فائدہ نہ ملے گا۔
۳	صاحبِ معاملہ نے عرف کے خلاف صریح کے الفاظ میں کوئی بیان نہ دیا ہو "لان الصریح یفوق الدلالۃ"
۴	عرفِ عام سے کسی نص شرعی کا ابطال نہ لازم آئے۔ عرفِ خاص سے کسی عام نص کی تخصیص یا قیاس کا ترک لازم نہ آئے۔
۵	معاشرے میں قول/فعل کا رواج اسے ممنوع/محظور سمجھ کر نہ ہو بلکہ نیک اور اچھا سمجھ کر ہو یوں ہی قبیح باتوں کا ترک اس قبیح سے بچنے کو اچھا سمجھ کر ہو۔
۶	عرف مسلمان کا ہو یا مسلم، غیر مسلم سب کا ہو۔ صرف غیر مسلموں کا عرف مسلمانوں کے امور میں غیر معتبر ہے۔
۷	تعامل یا عرف علاقۂ عقلیہ (علت/سبب) کی وجہ سے نہ ہو بلکہ عقل کے اچھا سمجھنے کی وجہ سے ہو (جن کے اسباب ۴ ہیں: زینت، منفعت، حاجت، اور ضرورت۔)

(و): عرف کی تاثیر کی مثالیں:

عرف کی تاثیر مع عرف وعادت کی مثالیں، جو شرائط گذشتہ صفحہ پر مذکور ہیں ان کی رعایت کے ساتھ عرف وعادت تمام ابواب فقہ میں مؤثر ہے۔ مثلاً عبادات، معاملات، عقوبات، اباحات، محظورات، حقوق اللہ، حقوق العباد۔

حقوق اللہ:

مثال نمبر ا:

تقاضائے عقد کے خلاف کوئی شرط جو کہ عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے فائدہ مند ہو۔ مفسد عقد ہوتی ہے اور بسا اوقات سود کے زمرے میں آتی ہے اور حرمت ربٰو حقوق اللہ سے متعلق ہے لیکن اگر وہ شرط متعارف ہو تو بیع صحیح ہے۔ ہدایۃ باب البیع الفاسد میں ہے "وکل شرط لا یقتضیه العقد وفیه منفعة لأحد المتعاقدین ۔۔۔ یفسده۔۔ لان فیه زیادةً عاریةً عن العوض فیؤدی الی الربا۔۔۔ الا أن یکون متعارفا، لأن العرف قاض علی القیاس ۔۔۔ الخ ملخصاً"

مزید یہ کہ جوتے کی بیع اس شرط پر کہ اس میں تسمہ لگادے، چمڑے کی بیع اس شرط پر کہ اس کا جوتا سی دے، بُنی ہوئی اون کی بیع اس طور پر کہ اس کی ٹوپی بنادے، گھڑیوں اور دیگر تکنیکی اشیاء اور سامان کی بیع میں سال دو سال کی گارنٹی کی شرط یہ سب بروجہ عرف و تعامل جائز ہیں۔

حقوق العباد:

مثال نمبر ۲:

بیویوں کا کھانا، پینا، لباس مسلمانوں کے عرف کے مطابق دیا جاتا ہے۔ ردالمحتار میں باب النفقہ میں ہے:

"واعلم أن تقدیر الکسوۃ مما یختلف باختلاف الأماکن والعادات، فیجب علی القاضی اعتبار الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان، فإن شاء فرضھا أصنافا، وإن شاء قومھا وقضی بالقیمۃ، کذا فی المجتبی۔ الخ"

حظر والاباحت:

مثال نمبر ۳:

باب الحظر والاباحت میں عرف کی تاثیر کی ایک مثال بہارِ شریعت حصہ ۱۶ میں ہے:

"جس قسم کے مبالغہ کا عادۃً رواج ہے (کہ) لوگ اسے مبالغہ ہی پر محمول کرتے ہیں۔ اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے وہ جھوٹ میں داخل نہیں مثلاً یہ کہا کہ میں تمہارے پاس ہزار مرتبہ آیا یا ہزار مرتبہ میں نے تم سے یہ کہا، یہاں ہزار کا عدد مراد نہیں بلکہ کئی مرتبہ آنا اور کہنا مراد ہے۔" (بحوالہ غمز العیون)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ میں رسالہ عطاء النبی میں ہے "مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی مِلک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی مِلک والدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے۔ **اقول: وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں"**

عقوبات:

مثال نمبر ۴:

بہارِ شریعت میں تعزیز کے بیان میں عقوبات سے متعلق مثال ہے "کسی کو بے ایمان کہا تو تعزیر ہوگی کہ عرفِ عام میں یہ لفظ کافر کے معنٰی میں نہیں بلکہ خائن کے معنی میں ہے اور لفظ خائن میں تعزیر ہے۔"

اسی طرح وہ شخص جس کا چور ہونا معروف ہو اگر کسی جگہ چوری کرنے گُھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اور صاحبِ خانہ نے شور وغل کیا اور وہ چور بھاگا نہیں ۔۔ یا ۔۔ اس کے مکان میں یا کسی اور کے مکان میں نقب لگا رہا تھا اور شور وغل کرنے سے بھاگتا نہیں تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ (کذا فی ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یجب القود وفیما لا یجب)

عبادات:

مثال نمبر ۵:

عبادات 3 طرح کی ہیں۔

(۱)جو خالص توفیقی ہیں(جن کے اوقات اور کیفیتِ اداء، شریعت مطہرہ کے متعین کردہ ہیں) جیسے نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین، روزے، حج، اعتکاف۔

(۲)مطلقاً جن کی بجاآوری کا حکم ہے اوقات اور کیفیت اداء معین نہیں جیسے درود شریف، ذکر اللہ ذکر رسول ﷺ، ذکر صالحین اور ان سب کی تعظیم۔

(۳)وہ عبادات جن میں کچھ اُمور متعین ہیں اور کچھ نہیں جیسے نفل نماز، نفل روزے، وضو، تیمم، غسلِ جنابت، زکوٰۃ، عمرہ وغیرہ۔

دائرۂ اثر: عبادات کے ان سارے اقسام میں عرف و تعامل کا اعتبار ہے اور کُتب فقہ ان کی مثالوں سے مامور ہیں مثلاً

قسم اول کی عبادات کی مثالیں:

- فرض نماز میں مقدارِ قرأت کا تعین کرتے ہوئے فقہاء نے یہ دیکھا کہ کم سے کم کتنا قرآن پڑھنے پر قرأت قرآن کا اطلاق ہو سکتا ہے تاکہ '' فاقرء و ماتیسر من القران ''پر عمل ہو۔
  عندالامام الاعظم یہ مقدار عرفاً ایک آیت ہے جبکہ عند الصاحبین 3 آیات ہیں۔

کمافی فتح القدیر: '' فالخلاف بین الامام وصاحبیه مبنی علی الخلاف فی قیام العرف فی عده قاریا بالقصیرۃ قالا: لا، وھو یمنع۔ اھ ملخصاً ''

دیگر مثالیں:

- نماز میں قیام میں ہاتھ کہاں باندھنے ہیں۔اس کا مدار عرف بھی ہے۔ کمافی فتح القدیر
- لباس نماز میں کیساہو اس کا اعتبار بھی عرف پر ہے۔ کمافی ردالمحتار و فتاویٰ الرضویہ، ج۳
- عملِ کثیر کی تعریف کا معیار عرف ہے۔ کمافی الاشباہ والنظائر: قاعدۃ السادسۃ
- حج میں فرضیت کے لئے زادِ راہ اور سواری کا معیار بھی عرف ہے۔

قسم دوم کی عبادات کی مثالیں:

- سنن و نوافل ابتداءً گھر میں پڑھنا مستحب و افضل تھا۔احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں مگر اب اہلِ اسلام کے عام عمل اور دیگر مصالح کی وجہ سے سنن و نوافل بھی مسجد ہی میں پڑھی جائیں گی یہاں تک کہ اس کا خلاف کرنا مکروہ ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں '' الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروہ ''(کذافی الفتاویٰ الرضویہ، ج۳)

قسم سوم کی عبادات کی مثالیں:

- مسجد میں چراغ اندھیرے میں (مغرب سے عشاء تک) چھوڑنا، جائز ہے نہ پوری رات مگر جب کہ عادت ہو جیسے مسجد نبوی ﷺ میں ایساہی ہے (کذافی بزازیۃ و فتاویٰ ہندیہ)
- مسجد میں جوتا پہننا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں یہ حکم نہ تھا۔(کذافی فتاویٰ سراجیہ وہندیہ وردالمحتار)

- خطبۂ جمعہ میں خلفاءِ راشدین اور سرکار علیہ السلام کے دونوں چچا حضرت حمزہ اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لینا بھی عادت وعرف سے ثابت ہے اور متوارث ہے۔
- زبان سے نماز (وروزہ) کی نیت کرنا۔(کذا فی منیۃ المصلیٰ)

(ز): عرفِ لفظی کے بارے میں ایک شبہہ اور اس کا ازالہ:

صاحب بدائع الصنائع کی ایک عبارت اور اسی موضوع سے متعلق صاحب فتح القدیر کی ایک عبارت سے یہ شبہہ ہوتا تھا کہ عرف لفظی کا اعتبار عبادات میں نہیں ہوتا۔ اس کا جواب ان صاحبان کی اپنی کتابوں میں عرفِ لفظی کے عبادات میں مؤثر ہونے والے جزئیات سے دیا جاسکتا ہے ۔مزید یہ کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے کیونکہ عبارات میں عرف لفظی کب معتبر ہے اور کب نہیں اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(الف) عرف لفظی کہاں معتبر ہے؟

(۱) وہ مقام جہاں شریعت نے اپنے کلمات ونصوص کو ان کی تشریح کئے بغیر مطلق چھوڑ دیا ہو اور کسی قرینہ سے اس کا مقصود معلوم ہو وہاں عرف لفظی معتبر ہوگا مثلاً حج کے استطاعتِ سبیل۔

(۲) بعض مقامات پر عرف ''کلمات ونصوصِ شریعت'' کے وارد ہونے کے وقت کا ہوتا ہے جیسے ''فاغسلوا وجوھکم'' سے عرفاً نزولِ آیت کے وقت عرفاً غسل بالماء مراد تھا (اور اب بھی یہی ہے) اور ''وانزلنا من السماء ماءً'' سے ماء مطلق سمجھا جاتا ہے۔

(۳) یونہی شریعت سے کلمات ونصوص کی تشریح کردی اور عرف بھی اس کی تائید کرتا ہے تو وہاں بھی عرف معتبر ہے۔

(ب) عرف لفظی کہاں معتبر نہیں ہے؟

(۱) جہاں عرف لفظی شرعی تشریح کلمات ونصوص کے معارض ہو۔

(۲) یا عرف، ورودِ نص کے بعد وجود میں آیا ہو مثلاً اذانِ ثانی فی یوم الجمعہ داخل المسجد کا مسئلہ۔

(ح): عرف وتعامل بروجہ عدم تحقیق یا غفلت کا کیا حکم ہے؟

لاپرواہی کے سبب یا جہالت یا عدم تحقیق کے سبب حکم شرعی کے خلاف عوام وخواص کا عمل درآمد ہو جائے تو اس عمل کا اعتبار نہ ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے :''رہیں عوام کی حرکات ، شریعت ان سب پر حاکم ہے ، ان کی بے پرواہیاں اور جہالتیں شرع

پر حاکم نہیں ہو سکتیں۔ اجماعی فرائض وہ کہاں تک پورا کرتے ہیں(پھر آگے وضو کے فرائض، غسل کے فرائض، نماز میں قرأت میں ہونے والی رائج غلطیاں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں)

یہ نو(9) مسائل ہیں (کہ) جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لاپرواہی اور جہل کے باعث حکم شرع کے خلاف تعامل باطل ہے اور اس کی وجہ سے حکم شرع میں ذرا سی تخصیص بھی نہیں ہو سکتی۔

ایک اہم نکتہ: (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ کتاب الوقف)

(۱) اگر عوام قبل اطلاع حکم اس (طرح کے مسئلہ مخفی) میں مبتلا ہوں تو یہ نہ کہنا چاہیے کہ انہوں نے قصداً ارتکابِ حرام کیا۔

(۲) ایسا مسئلہ جس میں عادتیں مستحکم ہو گئیں خود علماء کا ابتلاء بھی ہو گیا اور اس میں آرام بھی ہے اس میں حیلۂ جواز نکالنے کی درخواست کی جائے نہ یہ کہ مسئلہ ہی تبدیل ہو۔

(ط): عرف وتعامل سے دلیل لینا اور استناد کرنا کس کا حق ہے؟

(۱) ابتداءً علماء نے یہ حق منصب اجتہاد پر فائز مفتیٔ شریعت کے لئے خاص کیا تھا۔

(۲) لیکن آج ایسے مفتی اگر ہمارے درمیان نہیں ملتے تو اب یہ حق ایسے مفتیٔ دین کو حاصل ہے جو فقہ کا ماہر و محقق ہو، حالاتِ زمانہ سے واقف ہو، عرفِ خاص وعام ونادر، شعارِ دینی و قومی اور عاداتِ ناس سے بخوبی آشنا ہو۔ ساتھ ہی کسی ماہر تجربہ کار مفتیٔ محقق کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو۔(کمافی شرح عقود رسم المفتی بحث عرف)

چھٹا سبب:

﴿دینی ضروری مصلحت کی تحصیل﴾

اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد آپ درج ذیل باتیں جان چکے ہوں گے۔
۱۔ مصلحت کی تعریف کیا ہے؟
۲۔ غلبۂ مصلحت بر مفسدہ کیا ہے؟
۳۔ دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل کی تعریف۔
۴۔ دینی ضروری مصلحت کا دائرۂ اثر۔
۵۔ اسکی مثالیں۔

مصلحت:

صلاح کا ہم معنی ہے اس کی ضد مفسدہ ہے اور صلاح کی ضد فساد ہے۔ اس کا معنٰی: درست ہونا ٹھیک ہونا ہے

اور اصطلاح شرع میں

فرائض وواجبات کی ادائیگی، دین کے اہم اور ضروری مصالح ہیں۔ سنن موکدہ، اور شعارِ اسلام جماعت، اذان جمعہ بھی ان میں شامل ہیں جبکہ ان کے اضداد منکرات وسیئات وبدعاتِ سیئات مفسدہ ہیں۔

(الف): غلبۂ مصلحت بر مفسدہ کیا ہے؟

کسی مسئلہ میں مصلحت ومفسدہ دونوں جمع ہوں لیکن مفسدہ مصلحت کے مقابلے میں اتنا کم ہو کہ اس (مفسدہ) کی رعایت (مصلحت کے غلبہ کے باوجود کرنا) زیادہ اہم نہ ہو بلکہ مصلحت کی رعایت کرنا اہم اور ضروری ہو۔ ایسی صورت میں مفسدہ کی پرواہ کئے بغیر اس دینی مصلحت کا حصول کیا جانا راجح ہوتا ہے۔

(ب): دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل کی تعریف:

(المستصفٰی اور الاشباہ سے مُستفاد):

وہ اہم چیز جس سے دین، جان، عقل، نسب یا مال میں سے ایک یا زائد کی حفاظت ہوتی ہو اور اس میں خرابی کم ہو۔

(ج): دینی ضروری مصلحت کا دائرۂ اثر:

(۱) مصلحت کبھی ضرورت کے درجہ میں ہوتی ہے۔

(i) مثلاً مخمصہ کی صورت میں حرام گوشت کھانا یا شراب پینا کہ اس سے جان بچانے کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔

(ii) حالتِ نماز میں جس شخص کو سرکار بلائیں اس پر واجب ہے کہ نماز چھوڑ کر آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو۔ کیوں کہ نماز مکمل کئے بغیر چھوڑ کر جانا، آپ ﷺ کے بلانے پر آنے کے مقابلے میں کم ہے کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ کے آداب بجالانا فرض ہیں اور نماز چھوڑ کر جانے کا مفسدہ اس فرض کے مقابلے میں مغلوب ہے۔ (کمافی عمدۃ القاری، باب اذا دعت الام ولدھا فی الصلوٰۃ، ج۵، ص۶۰۶، دار الفکر بیروت)

(۲) مصلحت کبھی حاجت کے درجہ میں ہوتی ہے:

جب نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہو گئی ہو اور مسجد کے پہلو میں کسی شخص کی زمین ہے اور وہ بالرضا اپنی جگہ مسجد کو نہیں بیچتا تو جبراً معاوضۂ واجبی دے کر اس سے زمین لی جائے گی۔ (بہارِ شریعت، مسجد کا بیان)

(۳) مزید مثالیں:

(i) اوقاف کا اجارہ 3 سال سے زائد مدت پر کرنا جب کہ مصلحت اس کا تقاضہ کرتی ہو۔

(ii) طاعات پر اجارہ

(iii) بدمذہبوں گمراہوں کی بُرائی اور گناہ کو بیان کرنا

(iv) قاضی کے سامنے کسی کی بُرائی بیان کرنا کہ اس کے خلاف مقدمہ چل سکے۔

(v) حدیث کے راویوں پر جرح کرنا

(vi) مصنفین کے اچھے/بُرے حالات بیان کرنا تا کہ کتب غیر معتبرہ کا امتیاز ہو سکے۔

(vii)جس سے مشورہ لیا جائے اُس کا مشورہ دینے میں صحیح طور پر ہر اچھا و بُرا پہلو کسی شخص معین کا بیان کرنا(حالانکہ اپنی اصل میں یہ غیبت پر مشتمل ہوگا)

(viii)مساجد میں آرائش اور رنگ وروغن اور خوبصورت کام کروانا(حالانکہ اس میں یہودیوں سے تشبہ اور ممانعت ہے)کیونکہ لوگوں نے بالعموم اپنے گھروں میں آرائش شروع کردی ہے۔

ساتواں سبب:

﴿ازالۂ فسادِ(یا) فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ﴾

اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد آپ درج ذیل باتیں جان چکے ہوں گے۔
۱۔ مفسدہ کی تعریف کیا ہے؟
۲۔ فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب سے کیا مراد ہے؟
۳۔ ازالۂ فساد کی صورتیں کیا ہیں؟
۴۔ اسکی مثالیں۔
۵۔ اسباب سبعہ ایک مسئلہ میں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟

مفسدہ کی تعریف:

لغوی معنٰی: شئی کا بگڑ جانا، اعتدال کی حد سے نکل جانا، قابلِ انتفاع نہ رہنا، معاصی کا اظہار، دین کی اہانت کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی معنی:

وہ چیز جو مقاصدِ خمسہ (دین، جان، مال، عقل اور نسب) میں سے کسی ایک یا زائد کو فوت یا قریب الفوت کردے۔

(الف): فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب سے کیا مراد ہے؟

درءُ المفاسد اَولیٰ من جلب المصالح اور الضرار یزال

دونوں قواعد شرعیہ ہیں جن سے مراد یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں مصلحت اور مفسدہ جمع ہو جائیں اور مفسدہ غالب ہو تو مفسدہ کو زائل کرنا مصلحت کے حصول کے مقابلے میں ضروری ہے۔

''قد تراعی المصلحۃ لغلبتھا علی الفساد'' (یعنی دینی ضروری مصلحت جب مفسدہ پر غالب ہو تو اس مصلحت کی رعایت کی جاتی ہے) بھی ایک قاعدہ شرعیہ ہے۔

اس قاعدہ کا، ازالۂ فساد والے قاعدہ سے کوئی تعارض نہیں کیونکہ اگرچہ دونوں میں اجتماع مفسدہ و مصلحت پایا جاتا ہے لیکن

- ایک میں مصلحت غالب ہوتی ہے جبکہ دوسرے میں مفسدہ (جیسے عورتوں کی مسجد میں حاضری)

- کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی جہت مختلف ہوتی ہے جس کی وجہ سے دونوں کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور غلبہ کی صورت نہیں بنتی۔ (جیسے مغضوبہ زمین پر نماز پڑھنا، عیدین کے روزے کی منّت)

(ب): ازالۂ فساد کی صورتیں اور دائرۂ اثر:

فساد کا ضرر مصلحت کے نفع سے زائد ہو تو ثابت شدہ شرعی احکام بدل جاتے ہیں اور مصلحت کو ترجیح نہیں ملتی بلکہ اس فساد کو دور کیا جاتا ہے۔ یہ ازالۂ فساد کبھی ضرورت کے درجہ میں ہوتا ہے اور کبھی حاجت کے مرتبہ میں۔
اور تمام ابواب فقہ میں مستثنیٰ امور کو چھوڑ کر معتبر ہے۔
مثلاً:
(۱) جہاں پہلودار بات سے کام نہ چلے اور جھوٹ بولنے پر ایسا مجبور ہو کہ نہ بولنے پر ہونے والا ناقابل برداشت ہو گا تو غلط بیانی کرنے کی اجازت ہے ''من ابتلی ببلیتین اختار أھونھما''، یعنی: جو شخص دو بلاؤں کا گرفتار ہو تو اس میں سے جو آسان ہے اسے اختیار کرے۔ یہاں فساد مظنون بظنِ غالب ناقابل برداشت ضرر ہے جس کے دفع کرنے کو جھوٹ کی اجازت ملی جیسے کہ کسی شخص کا تمام ذریعۂ رزق کسی ظالم نے چھین لیا اور وہ بے کذبِ صریح نہیں مل سکتا۔
(۲) بچیوں کا ختنہ مستحب تھا لیکن اب اس کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے دین کا مذاق بن جانے کا خوف ہے اور اس کے سبب لوگوں کے ایمان کی بربادی ہو گی لہٰذا ہند و پاک میں اس کا حکم نہیں۔
(۳) عہدِ رسالت میں عورتوں کی مسجد میں نماز و جمعہ و عیدین میں حاضری کا مسئلہ کہ فسادِ زمانہ کی بناء پر نوجوان عورتوں کو پھر تمام عورتوں کو منع کر دیا گیا۔ (مذہبِ مفتٰی بہ پر)
(۴) ایک مسجد کا سامان (ویرانی اور آبادی کے خالی ہو جانے کے سبب) دوسری مسجد میں دینا وقف کے اُصول کے خلاف ہے لیکن مالِ وقف کے چوری یا ضائع ہو جانے کے ضرر کے ازالہ کے لئے ایسا کرنا ضرورتاً جائز ہے۔
(۵) مسلمان عورت شوہر سے رہائی حاصل کرنے کے لئے مرتد ہو جائے تو اس شوہر سے اس کی فرقت کا حکم نہیں دیا جائے گا تاکہ کفر کو حیلۂ فرقت بنانے کا مفسدہ جڑ سے کٹ جائے۔

(ج): اسبابِ سبعہ ایک مسئلہ میں جمع ہو سکتے ہیں۔

ان میں تناقض نہیں۔ ہاں حصولِ مصلحت اور ازالۂ فساد میں یہ اشکال ہو سکتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ازالۂ فساد بھی ایک مصلحت ہے لہٰذا یہ حصولِ مصلحت کے تحت آگیا۔

مثال: باغوں میں سے کچھ پھل نکلے ہوں اور کچھ نکلنے باقی ہوں تو ان پھلوں کی بیع میں ضرورت، حاجت، عمومِ بلویٰ، حرج، عرف وتعامل اور دینی ضروری مصلحت کا حصول اور ازالۂ فساد سب یکجا ہیں۔ ایسے ہی طاعات پر اجازہ کا مسئلہ ہے۔

تمت خلاصة الأسباب السبعة بتوفيق الله تعالیٰ

یکم ربیع النور ۱۴۴۰ھ بمطابق ۱۱۔ نومبر ۲۰۱۸ء صبح ۵ بج کر ۵ منٹ،
الحمد للہ، اسبابِ سبعہ پر مجلسِ شرعی مبارکپور کے مقالہ جات کا حاصلِ مطالعہ مکمل ہوا۔
اللہ قبول فرمائے، نافعِ خاص و عام بنائے، اور ذریعہ نجات و مغفرت کردے۔ آمین

- ابواللیث محمد طاہر قادری

صاع کے وزن کی تحقیق

از: محمّد طاہر قادری۔ مدرّس (جامعۃ النور)۔tahir.razavi@gmail.com

امام ابو حنیفہ کے ہاں صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے:

گیہوں یا اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع، کھجور یا منقّے یا جَو یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع۔
(بہار شریعت بحوالہ در مختار، عالمگیری)

نصف صاع آٹے کے عوض میں اگر نصف صاع چاول دے دے تو، چاول کی قیمت کے اعتبار سے دئے جائیں گے خواہ وزن میں نصف صاع ہوں یا زیادہ یا کم یعنی نصف صاع گندم کی قیمت میں جتنے چاول آئیں اتنے دئے جائیں گے۔
فتاویٰ رضویۃ (ج:۱۰، ص:۲۹٦)

صدقۂ فطر کے علاوہ کفّارات اور فدیہ کی رقم کے تعین کے لئے بھی صاع کا وزن مروّجہ اِکائیوں (units) کے بین الاقوامی نظام (Standards International) کے تحت گرام (grams) میں جاننا ضروری ہے۔اس سلسلہ میں۔۔

امام اہلِسنّت نے فتاویٰ رضویۃ (ج:۱۰، ص:۲۹۵تا۳۰۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن) میں صاع کی مقدار درج ذیل طریقوں پر بیان کی ہے:

1. گیہوں کا صاع دوسوستر ۲۷۰ تولے ہے کہ انگریزی روپے سے دوسواٹھاسی ۲۸۸ روپے بھر ہوئے۔جبکہ انگریزی روپیہ (موسوم ب: بھر) سوا گیارہ ماشے ہے۔
2. لیکن زیادہ احتیاط یہ ہے کہ جَو کے صاع سے گیہوں دئے جائیں۔ جَو کے صاع میں گیہوں تین سو اکاون ۳۵۱ روپے بھر آتے ہیں تو نصف صاع ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپے آٹھ آنے بھر ہوا۔

نوٹ:

تولہ کیا ہے؟

ایک اسٹینڈرڈ (معیاری) تولہ بارہ ۱۲ ماشے کا ہے اور برطانوی معیار کے مطابق، **ایک تولہ 11.664 گرام**۔(تولہ کے وزن کی تحقیق ضمیمہ میں ملاحظہ کریں۔)

بھر کیا ہے؟

لہٰذا ایک بھر (انگریزی روپیہ رائجہ فی الھندِ فی زَمَنِ رضا) **برابر ہے 10.935 گرام**

[(11.664 grams÷12 má sha) x11.25má sha]

- **اس حساب سے گندم کا ایک صاع کا وزن:**

270 تولہ x 11.664 گرام فی تولہ = **3149.28 گرام** ہوا، اور **نصف صاع 1574.64 گرام** (ایک کلو ۵۷۵ گرام)

288 روپے بھر x10.935 گرام فی بھر = **3149.28 گرام** ہوا، اور **نصف صاع 1574.64 گرام** (ایک کلو ۵۷۵ گرام)

- **اور جو کے ایک صاع کا وزن (جو کہ احتیاطاً اختیار کیا گیا ہے):**

351 روپے بھر x10.935 گرام = **3838.185 گرام** ہوا، جبکہ **نصف صاع، 1919.0925 گرام** ہوا۔

رفع واسقاط کا عمل (ROUND OFF) کرنے کے بعد

نصف صاع برابر ہے: 1920 گرام یا 2 کلو میں 80 گرام کم

اور ایک صاع برابر ہے 3840 گرام یا 3 کلو 840 گرام۔ واللہ اعلم بالصواب

21st July 2016 C.E / 15th Shawwal 1437 A.H

ضمیمہ: تولہ کے وزن سے متعلق

(از محمّد طاہر قادری، مدرّس بجامعۃ النور)

امام اہلسنّت کے دور میں اور اسکے بعد بھی برطانوی اور ہندی قوانین کے مطابق تولہ کا معیاری اور متّفقہ وزن گیارہ اعشاریہ چھ چھ تین آٹھ 11.6638 گرام ہی ہے۔

TOLA as standardized by the British government at the time of Imam-e-Ahlesunnat as well as later on in the Indian laws, equals to 11.6638 grams(11.664 grams approx).

***Sources :*(حوالاجات)**

TOLA: In India, Pakistan, Aden, and Goa (*? – 20th century)*, a unit of mass = 180 grains, **(approximately 11.664 grams).** In India this value was legalized by the Standards of Weight Act IX of 1939. It was first legalized by the British authorities in Bengal in *1833*.

According to H.H Wilson:

The *tola* was the legal weight of *19th-century* Indian coins: the silver rupee and the gold mohur. In India, *1956 – present*, the act that established the metric system[1] defined the ***tola* as exactly 0.011 663 8 kilogram (or 11.663 8 grams).**

In Zanzibar the *tola* is slightly lighter[2], 11.398 grams.

According to a Glossary of Terms published for East India Company in 1855[3]:

Tola, H[indi] &c. (,) A certain weight, especially of silver, containing, under the old want of system, a varying number of *Máshas*, but usually regarded as equivalent to the weight of the Sikka rupee, or 179.666 troy grains. By Beng. Reg vii. 1833, the weight of the *Tola*, taken as the unit of the new system of weights, was fixed at 180 troy grains: the scale is, 4 *Dháns* = 1 *Ratí*; 8 *Ratís* = 1 *Másha*; 12 *Máshas* = 1 *Tolá*; 5 *Tolás*= 1 *Chitánk*; 16 *Chitánks* = 1 *Ser*; 40 *Sers* = 1 *Man* or *Maund*, which is thus exactly equal to 100 troy pounds.

---

[1] **Standards of Weights and Measures Act**,

(No. 89 of *1956*, amended in *1960* and *1964*). See the First Schedule.

[2] **United Nations, *1966***
Department of Economic and Social Affairs, Statistical Office of the United Nations
World Weights and Measures, Handbook for Statisticians.
Statistical Papers Series: M no. 21 Revisions 1. (ST/STAT/SER.M/21/rev.1)
New York: United Nations, 1966.

[3] **H. H. Wilson, *1855*, page 524.**
A Glossary of Judicial and Revenue Terms, and of Useful Words Occurring in Official Documents Relating to the Administration of the Government of British India, from the Arabic, Persian, Hindustání, Sanskrit, Hindí, Bengálí, Uṛiya, Maráṭhi, Guzaráthí, Telugu, Karnáta, Tamil, Malayálam, and other Languages.
London: W. H. Allen and Co., *1855*.